تفسیر مواہب الرحمٰن کے امتیازی پہلو

Distinctive Aspects of *Tafsīr Mawāḥib al-Raḥmān*

Habib U Rehman
Doctoral Candidate Islamic Studies, Mohi-ud- Din Islamic University, Nerian Sharif, AJ&K /Lecturer, Scienta vision college Islamabad
Dr. Mohammad Baqir Khan Khakwani
Chairman, Department of Islamic Studies, Mohi-ud- Din Islamic University Nerian Sharif, AJ&K

Abstract

Syed Amīr ʿAlī Maīh Ābādī is one of the leading scholars of *Tafsīr* of the Quran in the subcontinent. His *Tafsīr* known as "*Mawāḥib al-Raḥmān*" is a big achievement in the relevant field. The author of this article has conducted research about referred *Tafsīr* from two aspects, in brief, to obtain the higher study degree, the author has carried out his M. Phil degree thesis from International Islamic University Islamabad and covered its one aspect "*Manhaj al-Tafsīr*" and then to cover its jurisprudential aspects. The author presented his dissertation of PhD in Mohi ud Din Islamic University. Due to the substantial working on this particular subject, he had the opportunity to study this Tafsīr and it enhanced the eagerness of the author of this article. During the study of this Tafsīr, the author came across distinctive aspects of this Tafsīr. One of them is, though all the writers of Tafsīr have already written down on all the related subjects which are the supportive in Tafsīr of the verses of the Quran and either the foremost but apart form that Syed Amīr ʿAlī kept the focus on the some particular subjects of the Quran. He explained this thing in the preface of the Tafsīr that some important aspects of the Quran

were mainly focused and he also explicated the rationale and his own interest for it and he unequivocally explained that he considered the fourteen aspects while doing Tafsīr. An attempt is made in this article to highlight the fourteen points and the aspects of the author of this Tafsīr that he particularly focused on these aspects and to explain the importance of those points.

Key Words: *Amīr ʻAlī, Tafsīr, Mawāhib al-Rehmān,* features

تمہید

سید امیر علی ملیح آبادیؒ نے اپنی تفسیر جو کہ مواہب الرحمن کے نام سے مشہور ہے میں تفسیری حوالے سے بڑا ضخیم کام کیا ہے۔ یہ تفسیر پہلی دفعہ مطبع نولکشور سے شائع ہوئی یہ تیس جلدوں پر مشتمل تھی اور اس کا زمانہ طباعت 1314ھ تا 1321ھ بمطابق 1896ء تا 1906 ہے۔ اگر صاحب تفسیر کے بیانات و تحریرات کو دیکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ اس تفسیر کا اصل اور بنیادی سبب اصلاحِ امت، فِرق باطلہ کا رد اور احقاق حق تھا۔ نیز بقول مؤلفؒ کہ انہوں نے یہ تفسیر اہل السنۃ والجماعہ کے لیے لکھی ہے۔ خاص طور پر کم علم مسلمانوں کا خیال کر کے انھیں انکے عقیدوں میں شکوک و شبہات سے بچانے کے لیے اور شیطانی وسوسوں سے بچانے کے لیے بہت کوشش کی ہے۔ تاکہ نیچریہ رافضیہ اور خارجیہ اوہام سے انھیں بچایا جاسکے۔[1] تفسیر ہذا میں زیادہ تر تفسیر بالماثور کا اہتمام کیا گیا ہے۔ نیز اس کا مقدمہ پڑھنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس میں جن تفسیری قواعد اور اصولوں کو پیش کیا گیا اور جن کے مطابق عمل کیا گیا وہ سب سابقہ ائمہ تفسیر کے قائم کردہ قواعد وضوابط ہی ہیں۔

سید امیر علیؒ ملیح آبادی نے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے اگرچہ اُن تمام مضامین پر قلم اٹھایا ہے جو قرآنی آیات کی تفسیر میں ممد و معاون ہیں اور یا پھر ضروری۔ لیکن ساتھ ہی آپؒ نے بعض مضامینِ قرآنی کو تفسیری حوالے سے بہت مرکوز رکھا ہے۔ آپ نے تفسیر کے مقدمے میں اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ چند اہم مضامینِ قرآنی کو بہت زیادہ مد نظر رکھا گیا ہے۔ نیز مؤلف تفسیر ہذا نے پھر اس کی وجوہ اور اس حوالے سے اپنے ذوق کو بھی انہی کے ساتھ تفصیلا ذکر بھی کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس حوالے سے لکھا ہے: مترجم نے تفسیرِ آیات قدسیہ میں چودہ باتوں کا التزام رکھا ہے۔ اول: توحید، کیونکہ یہ اصل اطاعت ہے۔ دوم: موجودات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل بیان کرنا جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدْ توحید کا بیان اور اَوَلَمْ يَنْظُرُ ۡوْااِلَى الْسَمَاءِ میں توحید کے دلائل ہیں۔ سوم: رسالت کے بیان میں اس کی حکمت۔ چہارم: رسالت کے قطعی دلائل۔ پنجم: احکامِ عبادات ششم: معاشرتِ دنیا کے متعلق احادیث و آثار نفیسہ۔ ہفتم: منہیات اور مکائد نفس و وساوسِ شیطان کا بیان۔ ہشتم: نصائح اور مواعظ۔ نہم: مکارم اخلاق۔ دہم: احوال و حوادث سے عبرت۔ یازدہم: قصص ۔ دوازدہم: امثال۔ سیزدہم: احوالِ آخرت۔ چہاردہم: اسرار و حقائق"۔[2]

مقالہ ہذا میں مفسرِ تفسیر ہذا کے اسی خاص کام کو موضوع بنایا گیا ہے کہ انہوں نے ان خاص مضامین کو کیوں زیادہ مرکوز رکھا۔ نیز ان کے مضامین خاصہ کو انہی کی وضاحت کے ذیل میں بمع نموذج و امثلہ وضاحت سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مضامین خاصہ کے التزام کی وجہ

دراصل مؤلف موصوفؒ کے یہ مضامین عقائد و احکام ہی کی اقسام اور تفصیلات ہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں جہاں ان کے التزام کی بات کی ہے اس سے پہلے ساتھ میں تمہیداً اس کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ جس کا ماحاصل یہ ہے کہ شریعت میں تین امور عین مقصود اسلام ہیں۔ اول عقائد اسلام اور وہ اعلی و اصل ہیں لہٰذا اسی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کے عقائد سے متعلق رسالہ کا نام فقہ اکبر ہے۔ دوم افعال قلوب و خصائل نفس و مکارم اخلاق کے ملکات اور یہ فقہ اوسط ہے اور سوم اعمالِ جوارح سے متعلق احکام، مثلاً طہارت و صوم و صلوۃ وغیرہ اور یہ فقہ اصغر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اعمال جوارح میں سے ہر عمل فعل قلبی پر موقوف ہے اور وہ نیت ہے۔ چنانچہ احادیث کی رو سے اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔

بیان کردہ تمہیدی بات کے تحت مؤلفؒ نے بہت سی مثالیں بھی بیان کی ہیں اور آخر میں خلاصۃ کہا کہ انہی باتوں کی اہمیت کے پیش نظر انہوں نے اپنی تفسیر میں چودہ باتوں کا التزام رکھا ہے۔ اور پھر ایک ایک کر کے ان باتوں کو ذکر بھی کیا ہے جنہیں مقالہ ہذا میں قدرے تفصیل سے پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اول توحید

سید صاحب نے توحید کے عمومی مفہوم کے بجائے خاص معنی بیان کیے ہیں کہ محض ایک امر کے کسی کے دل میں جم جانے کا نام توحید نہیں بلکہ یہ ہے کہ دل کو صدق کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ پر جمادینا ہے اور ساتھ میں انہوں نے جمیع عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، واجبات اور جمیع سنن کے ادا کرنے کی نیت کو بھی اس مفہوم میں شامل کیا ہے۔ لہٰذا اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ " اصل اطاعت توحید ہی ہے اور بعض لوگوں نے زعم کیا ہے کہ توحید الٰہی کے معنی یہ ہیں کہ کسی آدمی کے دل میں خواہ مخواہ ایک امر جم جاوے حالانکہ یہ وہم باطل ہے بلکہ اس کے لیئے دلی تصدیق چاہیئے اور اگر شیطان اس میں وہم لاوے تو لاحول پڑھ کر اس کو رد کرے اور دل کو صدق کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ پر جمادے اور یہ فعل قلبی کو شامل ہے۔[3]

لہٰذا مؤلفؒ کے مطابق بیان کردہ ان تمام افعال کے ادا کرنے کی نیت سے اس کو ان کا ایک ثواب مل گیا اور پھر جب اپنے اپنے وقت پر ان کو ادا کریگا تو ہر ایک کا ثواب عظیم اسکو الگ سے حاصل ہوگا۔

دوم موجودات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل کا بیان

جو دوسرا مضمون صاحب تفسیرؒ نے زیادہ مقدم رکھا وہ موجودات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل کا بیان کرنا ہے کہ یہ توحید کے بیان کا لازمہ اور اس کے سمجھنے کے لیئے ضروری ہے۔ مثلاً سورۃ الاخلاص کی پہلی آیت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں توحید خالص کا بیان ہے اور آیت اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَالَهَا مِنْ فُرُوْجٍ۔[4] میں دلائل توحید کا بیان ہے۔ اور جب پھر توحید دلی تصدیق کا فعل ہے تو شیطان اس مین وسوسہ دلاتا اور شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور احادیث صحیحہ میں اس کے وساوس دور کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے تو انہوں نے ان احادیث کو

بھی ان مقامات پر جابجا جمع کیا ہے اور ہر آیت کے سیاق کے مطابق انہیں لائے ہیں۔ نیز دلائل توحید کے بیان کرنے میں فلسفیانہ اور متکلمانہ طریقہ ترک کر کے خالص اہل حق و صدق و صفا کا طرز اختیار کیا ہے۔ اور فرمایا کہ یہی سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے۔ سید صاحب نے اس موقع پر ایک اور علمی نکتے اور اپنے تفرد کو بھی ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ قرآن اور احادیث میں توحید اور دلائل توحید کا بیان ہے وہ دراصل اپنے اپنے لطائف صنعت و قدرت کے ساتھ اپنے مواقع پر مواعظ حسنہ کے طور پر مرتب ہیں۔ کیونکہ ایک ہے توحید اور دلائل توحید کو بطور مواعظ حسنہ کے بیان کرنا، اور دوسرا ہے دلائل سے باری" تعالیٰ عزوجل کو ثابت کرنا، تو یہ دوسرا طریقہ مؤلفؒ کے نزدیک غلط ہے۔ لہٰذا اس پر اپنا مؤقف پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واضح ہو کہ جن لوگوں نے دلائل سے اللہ تعالیٰ کی ذات ثابت کرنا چاہا وہ اہل حق و علماء ربانیین کے نزدیک غلط طریقہ اختیار کیا کیونکہ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کو دلیل سے ثابت کرنا" حالانکہ اہل حق کے نزدیک ثابت کرنا وغیرہ جملہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا اس صورت میں معنی یہ ہو جائیں گے کہ "خدا تعالیٰ کو اسی کے فعل سے موجود کرنا۔ کیونکہ ثبوت اور وجود کے ایک معنی ہیں حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ذرہ برابر بھی عقل کا نور دیا ہے وہ بہتر طور پر جانتا ہے کہ کل عالم کا ثابت کرنے والا، موجود کرنے والا اور ظاہر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو کوئی چیز ایسی ممکن نہیں جو اللہ تعالیٰ کو ثابت کرے۔ پس حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور ثبوت بذات خود ساری مخلوق سے زیادہ ظاہر ہے بلکہ کمال ظہور اسی کے واسطے ہے لہٰذا فرمایا: هُوَ الْاَوَّلُ وَالاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ۔[5]،[6]

صاحب تفسیر نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اپنے اس دعوی پر دلائل دیتے ہوئے مزید لکھا کہ: قدرت الٰہی کے عجائب میں سے ہے کہ بندہ مومن کو دل سے یقین ہوتا ہے اور یہ معرفت حق تعالیٰ کے فعل سے ہوتی ہے کیونکہ افعال اسی کی مخلوق ہیں اور بدون خلق الٰہی کے تصدیق ایمانی کا عمل پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ۔[7]،[8]

اس پر مزید لکھتے ہیں کہ بعض عارفین نے کہا کہ میں نے اسے اسی سے پایا۔ لہٰذا قرآن پاک میں وجود کے دلائل نہیں ہیں کیونکہ ابھی ثابت ہوا کہ یہ تو محال و غیر ممکن ہے ورنہ شرک متحقق ہو پس اے مومن غافل تجھے اپنے رب ذوالجلال کی آیات یعنی مخلوقات و مصنوعات پر نظر کرنی چاہیئے جو تمام آفاق اور خود تیری ذات میں بھی موجود ہیں اور اسی لیئے اس کا فرمان ہے: سَنُرِيْهِمْ اٰيَاتِنَا فِيْ الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۔[9]

صاحب تفسیر ہٰذا کی بار بار تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس باب یعنی وجود باری تعالیٰ کے اثبات کے لیئے فلاسفہ کے طرز استدلال اور ان کی پیچیدہ بحثوں سے نالاں تھے بلکہ ان کے نزدیک ایسا طرز شرک میں پڑنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں" میں نے دلائل توحید بیان کرنے میں فلسفی یا متکلمانہ طریقہ متروک کیا بلکہ وہ طریقہ اختیار کیا جو خالص اہل حق و صدق و صفا کا ہے اور جو سلف صالحین سے ثابت ہے پس مترجم نے ان کے خیالات کو تفسیر میں لانا مکروہ جانا اور مقدمہ میں اس بحث کو ختم کرنا موزوں جانا... مزید لکھا کہ جس شخص نے سرسری زعم میں فلاسفہ کے مانند دلائل قائم کرنے پر کمر باندھی وہ شرک میں پڑ گیا اور وہ کبھی فلاح نہیں پائے گا۔ لیکن بعض علمائے متکلمین نے بھی یہ شیوہ اختیار کیا اور شاید کہ انھوں نے کافروں و فلسفیوں کی ہدایت کے واسطے یہ اختیار کیا ہو۔ اور اگر یہ بھی مقصود ہو تو بھی مذموم ہے اور اس کا بھید یہ ہے کہ اہل کفر جو کہ ازلی علم الٰہی عزوجل میں گمراہ ہیں ان کی پیدائش میں قلب مقفل اور اس پر غلاف ہے

جہاں نور وحی نہیں پہونچ پاتا تو گویا عقل ندارد ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر لغت میں عقل صرف ظاہری و باطنی حواس اور ان کے تجربات کا نام ہے اور حقیقی عقل اس نور کی حیات سے دلی زندگی ہے اور وہ بغیر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور ان کی حالت یہ بھی ہے کہ وہ مردہ اور چیونٹی کی مثل ہیں اللہ کا فرمان ہے: لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا اور فرمایا: وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ- [10] پس معلوم ہوا کہ شرک صرف غیر عاقل پر ڈالا گیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس بات پر امام ابو حنیفہؒ کے ایک واقعے سے استشہاد کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی ہے کہ اگر فلاں مومن سفیہ یعنی بے عقل ہو تو اس شخص کی بیوی اس پر طلاق ہے پس فتوی دیجیئے کہ اس کا کیا حکم ہو گا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس کی بیوی اس پر طالقہ نہیں ہوئی کیونکہ مومن سفیہ نہیں ہوتا۔ نیز لکھا کہ یہ جواب امامؒ کے تبحر و وسعت علم و فطانت کی بھی دلیل ہے اور یہ آپ نے اسی آیت وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ سے مستنبط کیا۔ اپنی تفصیلی بات کا ماحاصل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "واضح ہوا کہ ازلی کافر محض بے عقل ہوتا ہے اگرچہ اس نے خود جس چیز کا نام عقل رکھا ہو اور چاہے اس میں بظاہر بہت وافر ہی کیوں نہ ہو۔ اور جب وہ اس حقیقی عقل سے جو لازم ایمان ہے بالکل محروم ہوا تو اس کے سامنے لاکھ دلائل پیش کیئے جائیں وہ نہیں سمجھ پائے گا پس وجود باری تعالیٰ پر دلیل لانا جو محال و شرک ہے۔ لہٰذا ہر گز ارتکاب محال نہ کیا جائے۔ اور قرآن میں کہ کفار ازلی کے واسطے نص ہے کہ ان کے لیئے کل آیات بھی لائی جائیں تو وہ ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ وہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں اور جہاں تک توحید کی وہ نشانیاں جو مخلوقات میں موجود ہیں وہ لطائف صنعت و قدرت و احادیث و اثار کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے مقامات پر مواعظ حسنۃ کے مرتبہ ہیں"[11]

سوم رسالت کے بیان میں اس کی حکمت

سید صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں تیسرا علمی نکتہ یہ مرکوز رکھا کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں رسالت کا بیان ہے وہاں اس کی تفسیر میں اس کی حکمتوں کو بھی تفصیلا بیان کیا جائے چنانچہ انہوں نے ان مقامات پر اس پہلو کا بہت خیال رکھا۔ مثلا سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۱۰۷ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے انہوں نے آپ ﷺ کی بعثت کی حکمتوں اور فوائد دنیوی و اخروی کو بہت زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے اور کئی پہلوؤں سے اس کے ذیل میں بہت سی احادیث و اٰثار کو جمع کیا ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

صاحب تفسیرؒ نے درج بالا آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد اس کی تشریح میں حصر کو بیان کیا ہے کہ یعنی تیرے بھیجنے میں کوئی علت نہیں سوائے اس کے کہ رحمت ہے واسطے عالمین کے یعنی انسانوں اور جنوں کے لیئے۔ اور صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کافروں اور مومنوں سب کے لیئے رحمت ہیں اور استدلال کیا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ سے۔ نیز اس کی وضاحت میں ابن عباسؓ کی روایت ذکر کی کہ انہوں نے فرمایا: جو آنحضرتؐ پر ایمان لایا تو آپؐ کی رحمت اس پر دنیا و آخرت میں پوری ہو گئی اور جو آپ پر ایمان نہ لایا تو وہ آخرت سے محروم رہا اور دنیی عذاب سے جو خسف و مسخ و عقوبت سے ہوتا ہے بچ گیا"[12] اس مقام پر اسی آیت کی حکمت کی نذیر اور اس کی تائید ایک اور آیت سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کما قال تعالیٰ: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَالْبَوَارِ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارِ-[13] اس آیت کی تفسیر میں صحیح مسلم سے ابو ہریرہ کی روایت نقل کی کہ آنحضرتؐ سے کہا گیا کہ آپؐ مشرکوں کے لیئے بددعا کیوں

نہیں فرماتے تو آپؐ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا نہیں ہوں میں تو فقط رحمت بنا کر ہی بھیجا گیا ہوں۔ سید صاحب نے اس حدیث کو کئی طرق اور الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح مزید دسیوں احادیث و اٰثار بھی اس کی تفسیر میں جمع کیئے ہیں۔

چہارم رسالت کے قطعی دلائل

مؤلفؒ نے جیسے توحید اور اس کے ذیل میں توحید کے دلائل کو اپنی تفسیر میں اپنے مقام پر بہت جگہ دی ہے ویسے ہی انہوں نے رسالت کے ثبوت کے قطعی دلائل کے باب میں بہت وسعت سے علمی کام کیا ہے اور قرآن پاک میں جس جس مقام پر یہ موضوع آیا ہے وہاں رسالت کے اثبات کے دلائل بیان کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ ذیل میں اس کی چند نموذج پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مثلا سورۃ یٰس کی ابتدائی آیات کی تفصیل میں اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنُ کی تفسیر میں آنحضرتؐ کی رسالت کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور پیغمبر کی رسالت پر قسم نہیں کھائی کہ صرف اپنے آخری پیغمبر کی تکریم کی خاطر قسم کھا کر کافروں کا یہ قول رد کیا جو وہ کہتے تھے کہ تو رسول نہیں ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی قسم کھائی ہے وہی دلیل رسالت ہے کیونکہ قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی رسالت کے واسطے ہی معجزہ بنا دیا گویا کہ اس کا معنی یہ ہوا کہ اس دلیل حق کی قسم ہے کہ محمد ﷺ بے شک رسول مرسل ہیں اور نہ ہی وہ جادوگر یا مجنون ہیں جیسا کہ کافر و مشرک خیال کرتے ہیں بلکہ وہ تو کھلے صراط مستقیم پر ہیں اس واسطے کہ جو شخص قرآن کے راستے پر ہو وہ ضرور حق پر ہی ہوگا کہ وہاں باطل کو دخل ہی نہیں ہو سکتا۔[14]

اسی طرح سید صاحب نے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۶۷ یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ کی تفسیر میں آپؐ کی رسالت کے قطعی دلائل پر تفصیلی بحث کی ہے اور اس کے ذیل میں مختلف حوالوں سے دسیوں احادیث و اٰثار کو پیش کیا ہے۔ مثلا ابتداء ہی میں پہلے لفظ رسالت کی لفظی و معنوی تحقیق بیان کی اور دعوی کے بعد تفصیلی دلائل سے یہ بات لکھی کہ آپؐ نے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی میں سے کچھ نہیں چھپایا۔ اور اس کے بعد مسلسل آپؐ کے اس منصب اور کام میں اکمل اور کامل ہونے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اور واضح ہو کہ اس آیت میں مالفظ مفید عموم ہے لہٰذا آپؐ پر فرض تھا کہ جو کچھ ان پر اتارا گیا اس کو امت تک پہنچا دیں اور اس میں سے کچھ نہ چھپائیں اور اس نص میں صریح دلیل ہے کہ جو کچھ نازل ہوا وہ آپؐ نے تبلیغ کر دیا یعنی خوب واضح اور کھلے الفاظ میں آگے پہنچایا۔ اور کچھ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں رکھا" اس بات کی دلیل میں سید صاحبؒ نے بہت سی احادیث نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ " صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جس نے یہ زعم کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی میں سے کچھ چھپایا تو وہ جھوٹا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۔ گویا کہ اس آیت میں انتہائی صراحت کے ساتھ آپؐ کی رسالت کی ذمہ داری کو بیان کیا گیا ہے اور دنیا شاہد ہے کہ یہ ذمہ داری پوری کرنے میں وہ بھرپور کامیاب رہے۔

پنجم احکام عبادات

پانچویں مضمون خاص سے متعلق سید صاحب لکھتے ہیں:" پانچویں بات احکام عبادات خالصہ۔ یعنی صوم و صلوۃ و اذکار الٰہی وغیرہ۔ پس ابواب فقہ میں سے طہارت سے آخر تک جس مسئلہ کا جہاں جو حکم آیا وہ خوبصورت انداز میں مدلل بیان کیا گیا

اور اس ضمن میں دلائل حنفیہ کے ساتھ دلائل شافعیہ بھی ذکر کیئے گئے ہیں نیز متعلقہ باب کے فضائل و فروع فقہ جن کی ضرورت ہے ساتھ ہی اس کے ذیل میں بیان کر دیئے گئے ہیں تا کہ فائدہ تام حاصل ہو۔[15]

یہ نکتہ اس تفسیر کا وہ پہلو ہے جسے راقم نے باقاعدہ " تفسیر مواھب الرحمان کی جانبِ فقہی " کے نام سے اپنے پی ایچ۔ڈی مقالے کا موضوع بنایا ہے جس سے اس تفسیر کے اس نکتے اور پہلو کی وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سید صاحب نے اس تفسیر میں فقہی مباحث پر اس قدر کام کیا اور اس وسعت سے علمی مواد کا انبار لگایا ہے کہ یہ تفسیر علم فقہ کا ایک مرقع و منبع کی حیثیت بھی اختیار کر گئی ہے۔اور بلا مبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ قرآن میں شاید ہی کوئی مقام ایسا ہو گا جہاں فقہی مبحث ہو اور صاحب تفسیر نے اس پر علم فقہ کا ذخیرہ پیش نہ کیا ہو اور یا پھر اس پر نقل و عقل سے اس پر اپنی فقہی رائے پیش نہ کی ہو۔اور میری یہ بات محض الفاظ تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے عملی مشاہدے کے لیئے ذکر کردہ میرے مقالہ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے جو کہ اب محی الدین یونیورسٹی کی لائبریری کے علمی ذخیرے کا حصہ ہے۔لیکن بطور مثال ذیل میں چند ان مسائل کا تذکرہ کیا جائے گا جو فقہ سے متعلق ہیں اور صاحب تفسیر نے اسے فقہی لحاظ سے زیر بحث لایا ہے۔مثلا سورۃ المائدہ کی آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ[16] کے ذیل میں سید صاحب نے طہارت کے باب میں طہارت اور اس سے متعلقہ مسائل مثلا وضو، غسل، پاکی ناپاکی وغیرہ اور اس جیسی فقہی مباحث کو بہت ضخیم علمی مواد میں بیان کیا ہے۔اس مقام پر وضو کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ" اس آیت کے جملے میں وانتم محدثون بطور حال محذوف ہے لہذا یہاں معنی یہ ہوئے کہ اور حال یہ ہو کہ تم کو حدث ہو یعنی پیشاب پاخانے کی وجہ سے وضو نہ ہو اور اسی کو فقہاء حدث کہتے ہیں۔آگے لکھتے ہیں:"پس ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ جب ارادہ نماز ہو تب ہی وضو واجب ہے خواہ پاک ہو یا محدث ہو اور ابن کثیر[17] نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جب تم ایسے حال میں نماز کا ارادہ کرو جب کہ تم حالت حدث میں ہو تب وضو واجب ہے۔اور دوسروں نے کہا کہ اِذَا قُمْتُمْ مِنَ النَوْمِ اِلَى الصَلوٰۃِ یعنی نیند سے اٹھ کر نماز کی طرف ارادہ کرو اور یہ دونوں معنی قریب قریب ہی ہیں"۔

اسی طرح اس ضمن میں دوسری مثال سر کے مسح کا فقہی مسئلہ ہے۔لہذا اس مقام پر مصنفؒ نے پہلے تو مسح کی تعریف کی کہ "یعنی الصاق کرو مسح کو اپنے سروں کے ساتھ بدون پانی بہانے کے۔"پھر اس مسئلے کی تفصیلی بحث میں دوسرے فقہی مذاہب کو بیان کرتے ہوئے امام شافعیؒ کے مؤقف کو ذکر کرتے ہیں کہ "مسح اسم جنس ہے پس اس قدر کمتر کافی ہے جس پر مسح صادق آجاوے اور وہ سر کے بعض بال کا چھونا بھی ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے[18]

نیز اس مسئلے میں مزید لکھتے ہیں:"اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ بعض کے نزدیک باءزائدہ ہے ای "امسحوا رؤسکم "پس تمام سر کا مسح کرنا ہوا۔جیسا کہ اللہ تعالی کا قول ہے وَالْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ [19] اور اسی طرح اللہ تعالی کا قول ہے: فَامْسَحُوْابِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِنْهُ [20] اور یہی امام مالک کا مذہب ہے۔اور بعض نے کہا کہ باءالصاق کے واسطے ہے۔اور یہ سیبویہ[21] کا مذہب ہے۔ ،اسی طرح سید صاحب نے اس مسئلے کے ذیل میں مزید صرفی و نحوی تحقیق و تدقیق کی ہے جس کے نقل کرنے سے مضمون طوالت اختیار کرلے گا لہذا اس کی تفصیل کے لئے وہیں رجوع کیا جانا مناسب ہو گا۔[22]

صاحب تفسیرؒ کا اس حوالے سے طریقہ تفسیر یہ ہے کہ جب کوئی فقہی مسئلہ بیان کرتے ہیں تو اگرچہ اس میں واقع فقہی اختلاف بیان کرتے ہیں لیکن آخر میں اکثر کوشش کرتے ہیں کہ کوئی ایسا حل بھی پیش کر دیا جائے کہ یہ اختلاف علمی حد

تک رہے اور عام ذہن اس سے متشوش بھی نہ ہو۔ چنانچہ اس مقام پر بھی ایسی ہی ایک صورت بیان ہوئی ہے جو کہ درج ذیل ہے:

اختلاف مذاہب در مسئلہ ہذا بیان کرنے کے بعد "واللہ اعلم" سے بحث کا اختتام کیا اور مزید لکھتے ہیں:

"وبالجملہ احادیث میں تمام سر کا مسح کرنا کثرت سے بیان ہوا ہے لہذا آدمی کو چاہئے کہ تمام سر کا مسح کیا کرے کہ اس اختلاف سے بچ جائے اور حضرت عثمان سے صحاح میں جو احادیث ہیں وہ دلالت کرتی ہیں کہ مسح تمام سر کا ایک ہی بار ہو گا اور بعض دوسری روایات میں تین بار بھی آیا ہے۔ ایک بار کا اختیار ہے اور تین بار منع نہیں ہے اور واضح ہونا چاہئے کہ مسح ایک بار ہی بھیگا ہوا ہاتھ پھیرنے کو کہتے ہیں پس پانی بہانے کو غسل کہا جائے گا۔[23]

ششم معاشرتِ دنیا کے متعلق احادیث و آثار نفیسہ

چھٹا مضمون خاص جسے سید صاحب نے اپنی تفسیر میں خصوصی توجہ دی ہے وہ معاشرتِ دنیا سے متعلق احکام شریعت ہیں۔ نیز انسانی معاشرے میں انسانوں کے باہمی معاملات ان عبادات کے ذیل میں آتے ہیں جو کسی ایک فرد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بہت سے افراد سے وابسطہ ہوتے ہیں لہذا ان کے نتائج ایک ہی وقت میں بہت سے لوگوں کو متأثر کر رہے ہوتے ہیں۔

بیان کردہ اہمیت ہی کے پیشِ نظر سید امیر علیؒ نے اپنی تفسیر میں ان معاملاتِ اجتماعی کے بیان میں بہت بسط و تفصیل سے کام لیا ہے لہذا قرض کا ایک ذیلی موضوع" تنگ دست مقروض کو مہلت دینے کے حوالے سے "اس بارے میں فاضل مفسرؒ کی رائے اور فقہی تفسیر بطور مثال پیش کی جاتی ہے۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ قرآن میں مقروض کو مہلت دینے کا جو حکم ہے آیا وہ رباء کے معاملے کے ساتھ مختص ہے یا وہ ہر طرح کے قرض کیلئے عام ہے۔[24] اور اس بحث کو قدماء مفسرین نے بھی اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے ۔اسی طرح سید امیر علیؒ بھی اس بحث کو سورۃ البقرۃ کی آیت مداینہ کے ذیل میں لائے ہیں۔ چنانچہ لفظ "ذو عسرۃ" کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " اگر قرضدار تنگدست واقع ہو یعنی اصل مال لینے میں بھی اگر بالفعل اگر وہ تنگدست ہے تو حکم دیا فنظرۃ ای علیکم تاخیرہ۔ الی میسرۃ۔ ای الی وقت یسرہ۔ پس انتظار ہے یعنی اس قرضدار مذکور کے لیئے تم پر تاخیر دینا واجب ہے تا میسرہ یعنی تاوقت اسکی آسانی وکشائش کے یعنی اس کی فراخی و دسترس تک انتظار و مہلت دو۔[25]

پھر فاضلؒ نے صرفی و نحوی تحقیق کے بیان سے اس بات کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھا کہ میسرہ بفتح السین وضمها ای وقت یسرہ، اور لفظ میسرہ ظرفِ زمان ہے اکثروں کی قرأت میں بفتح سین مہملہ اور نافع کی قرأت میں بضم سین ہے ۔اور وأن تصدقوا بالتشديد على ادغام التاء فى الصاد في الأصل بالتخفيف على حذفها اى تتصدقوا على المعسر بالابراء ۔ اور معنی یہ ہیں کہ صدقہ کر دینا تمہارا تنگدست پر اصل مال بھی بایں طور کہ اسکو اپنے اصلی قرضہ سے بھی بری کر دو تو یہ "خیر لکم " یعنی تمہارے لیئے بہتر ہے فاضلؒ آگے فائدے کے عنوان سے احادیث بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ وَفِيْ الْحَدِيْثِ "مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا وَوَضَعَ عَنْهُ اظَلَّهُ اللهُ تَعَالٰى فِيْ ظِلِّهِ يَوْماً لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ" رواہ مسلم -اور حدیث میں ہے کہ جسنے تاخیر و مہلت دی اپنے قرضدار تنگدست کو یا اتار دیا اس کے ذمہ سے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ میں لے لیگا اس روز کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے سایہ ہی نہ ہو گا۔[26]

فاضلؒ نے مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کے حوالے سے معالم التنزیل[27] کا حوالہ دے کر اس کی مزید بھی تفصیلی بحث نقل کی ہے۔ اسی طرح فاضلؒ نے اس کے دلائل اور مزید وضاحت میں بہت سی احادیث کو بھی جمع کیا ہے مثلاً لکھتے ہیں کہ " اور اس بارے میں بہت سی صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں منجملہ ان میں سے یہ ہے کہ امام احمدؒ نے بریدہؓ سے روایت کی کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کی جس نے تنگدست کو مہلت دی اس کے لیئے ہر روز اپنے قرضہ کے برابر مال صدقہ کا ثواب ہے "[28]

ہفتم منہیات اور مکائد نفس ووساوسِ شیطان کا بیان

اس حوالے سے سید صاحب اپنی تفسیری مقدمہ میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " اہل علم کے نزدیک ایمان بڑی نعمت ہے اور شیطان کی دشمنی اس نعمت کے زوال کے لئے ہر وقت مصروف رہتی ہے پس وہ ہر وقت ہر طرح کے وساوس کے ساتھ آدمی کے زوال کی سعی کرتا رہتا ہے لیکن اس چور سے اپنی نعمت کے بچانے والے وہی لوگ ہیں جو اس سے حفاظت، خطرات اور اس کے وساوس کو جانتے ہیں اور قرآن میں کمال اعجاز سے ہر ایک سے حفظ کا طریقہ منصوص ہے ۔اسی واسطے قرآن مجید وہ وہ مقامات کثیرہ جہاں شیطان اور اس کے وساوس کا ذکر ہے سید صاحب نے انہیں احادیث وامثال کی روشنی میں خوب واضح کیاہے۔

ہشتم نصائح اور مواعظ

اس موضوع کے حوالے سے مؤلفؒ لکھتے ہیں کہ انسان کے واسطے اصل واعظ وہادی یہی قرآن پاک ہی ہے جس نے اس کی نصیحت قبول کی وہ خوب رہا اور جس نے اس کے سوا کسی کی بات سنی وہ بھٹک گیا۔ چنانچہ قرآن کے مواعظ حسنہ میں سید صاحب نے وعظ ونصیحت کا بہترین انداز اپنایاہے جس میں ان کے الفاظ سے ان کا اخلاص بھی جھلکتاہے۔

نہم مکارم اخلاق

اس نکتے کے بارے میں صاحب تفسیر کا کہنایہ ہے کہاس نام سے ہی اس کے فضائل ظاہر ہیں اور حدیث پاک میں ہے کہ۔" مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے ہی بھیجا گیاہے " نیز صدق ایمانی ان مکارم کے ساتھ لازم وملزوم ہے۔اسی لئے منافق میں حسن خلق اور دینی سمجھ نہیں ہوتی۔

دہم احوال وحوادث سے عبرت

دسویں بات جسے مؤلفؒ نے اپنی تفسیر میں بہت اہمیت دی ہے وہ ماضی وحال کے حوادث زمانہ سے عبرت حاصل کرنا ہے۔ لہٰذا اس بارے میں اپنا نکتہ نظر یہ بتاتے ہیں کہ احوال وحوادث سے عبرت حاصل کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے واسطے اقسام عبرت کو شب وروز کی گردش ماہ وسال سے لے کر آخر تک مصور فرمایا چنانچہ فرمایا:" فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ "[29]

یازدہم قصص

قرآن حکیم میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں سید صاحب کے نزدیک وہ محض واقعات ہی نہیں بلکہ ان میں ایسے ایسے عجائب و معارف پوشیدہ ہیں کہ اہل علم ان پر حیران وفریفتہ ہیں۔ چنانچہ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ قرآن کے قصص جو عوام کی نظر میں حضرت آدم وحوا یا موسیٰ وفرعون کے واقعات ہی ہیں لیکن اہل علم ان کے معارف واسرار کے عجائبات پر سر تاپا فریفتہ

ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان میں کمال رحمت سے امت مرحومہ کو سرفراز کیا اور بحمد للہ سبحانہ و تعالیٰ اکثر مواقع میں اسرار منقولات و مستنبطہ سے انتباہ لیا گیا۔

لہذا سید صاحب نے اپنے کہنے کے مطابق اپنی تفسیر میں ان قصص و واقعات کو محض واقعات کی صورت میں بیان نہیں کیا بلکہ ساتھ ان ان سے عبرت و نصیحت اور اسرار و عجائب کے جتنے پہلو نکل سکتے تھے اپنی بساط کے مطابق انہیں تفصیلا بیان کیا ہے۔

دوازدہم امثال

اگرچہ اس حوالے سے مفسرؒ نے مختصر جملہ لکھا کہ " بارہویں بات امثال اور ان میں حسب مذکورہ بالا حسنِ مقال ہے " لیکن اس حوالے سے ان کا جو تفسیری طریقہ نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن میں جن مقامات پر امثلہ اور تشبیہات کا ذکر ہوا ہے ان میں انہوں نے خصوی کلام کیا ہے۔

سیزدہم احوالِ آخرت

قرآن پاک کا ایک بڑا حصہ احوال آخرت اور حوادث آخرت پر مشتمل ہے اور یہ وہ عقیدہ ہے جس کی بدولت انسان جوابدہی کے خوف سے بہت سے گناہوں سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے۔اس حوالے سے سید صاحب لکھتے ہیں کہ " اس باب کی خوبی و لطافت ہر مومن سے پوچھیۓ کیونکہ دار آخرت مومن کا وطن مالوف ہے اور اس کی خیریت دریافت کرنے میں جو رغبت دل کا دامن پکڑتی ہے وہ دنیا کے مسافروں سے معلوم کیجیۓ جن کو مجازی وطن سے نکلے مدت گزری ہو " لہذا ان تفسیری مواقع پر صاحب تفسیر نے اس قدر بسط و تفصیل سے آخرت کے احوال و واقعات کو ذکر کیا ہے کہ احادیث،اٰثار کے ذریعے گویا کہ آخرت کا نقشہ سامنے رکھ دیتے ہیں۔

چہاردہم اسرار و حقائق

اس حوالے سے سید صاحب کے الفاظ یہ ہیں " چودھویں بات اسرار و حقائق یعنی چودھویں کا چاند جن کے سامنے ماند ہے مترجم کو ان مقامات میں کلام کرتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن جب اس نور کی انتہا نہیں تو مترجم ضعیف اگر اس سے ذرے کا ہزارواں بلکہ ستر ہزارواں حصہ اٹھا سکے تو رحمت حق سے مایوسی نہیں ہے اور اہل حق اسی میں مستغرق ہیں " ان کے اس کلام سے اگرچہ ان کی مراد پورے طور پر واضح نہیں ہوتی لیکن تتبع سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ان کی مراد اس سے اللہ تعالی کی صفات کو اپنی بساط کے مطابق کھول کر بیان کرنے کی کوشش کرنا اور ان میں جو اللہ کی معرفت کے اسرار و حقائق پوشیدہ ہیں انہیں پانے کی سعی کرنا۔اور پھر ان مقامات پر واقعتاً انہوں نے اکثر اپنے کلام سے قاری کو مسحور کیا ہے۔

مثلا سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۵ کی تشریح میں سید صاحب سے اسی طرح کے موضوع کو شرح بسط کے ساتھ مذکور ہے چنانچہ لکھتے ہیں:" واضح ہو کہ یہ آیت کریمہ اجلی معارف میں سے ہے اور اس کی تفسیر یا تو بہت ظاہر ہے یا وہ بہت خفی ہے اور ہر صورت میں بے مثل اور بے مثال ہے اور اس کا ادراک صرف اس قلب کو ہے جو نور ایمان سے منور ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے بے مثل و بے مانند اور تمام مخلوق کی مشابہت سے پاک و عالی ہونے کا بیان ہے کہ وہاں عقل و وہم عاجز ہیں اور مومن کا دل ہی اپنے رب عزوجل کا عارف ہے اور اس سے کفار و منافقین سب محروم ہیں۔

اسی طرح اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرنے کے بعد ماحاصل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حاصل مثل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ظاہر اور تمام مخلوقات کا ظاہر کرنے والا ہے۔ پھر ایک نئے انداز کے ساتھ اس آیت میں بیان کردہ مثال کو بہت زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے جس میں احادیث طیبہ اور تصوف کے اسلوب کو بھی بڑے احسن انداز سے پیش کیا گیا ہے جسے اہل ذوق بالاستیعاب اس تفسیر کے مقام پر دیکھ سکتے ہیں۔[30]

خلاصۂ بحث

پیش کردہ بحث کا خلاصہ اور ماحاصل یہ ہے کہ تفسیر مواہب الرحمن ایک ایسی تفسیر ہے جسے اس کے مؤلف ومفسر نے ایک خاص مشن اور مقصد کو سامنے رکھ کر لکھا اور ترتیب دیا ہے اور وہ ہے اصلاحِ امت، نیز فِرق باطلہ کا رد اور احقاق حق۔ اور مؤلفؒ نے اپنے تفسیری مقدمے میں اس بات کی صراحت بھی کی ہے کہ انہوں نے یہ تفسیر اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے لکھی ہے۔ خصوصاً کم علم مسلمانوں کا خیال کر کے انھیں ان کے عقیدوں میں شکوک وشبہات سے بچانے کے لیے اور شیطانی وسوسوں سے بچانے کے لیے تاکہ نیچریہ، رافضیہ اور خارجیہ اوہام سے انھیں بچایا جاسکے۔ سطور بالا میں ان کی اس بات کو باحوالہ نقل بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ سید صاحب نے اپنا تفسیری طرز یہ اختیار کیا کہ اگرچہ اُن تمام مضامین کو تفسیری طور پر بیان کیا جائے جو قرآنی آیات کی تفسیر میں ممد ومعاون ہیں اور یا پھر ضروری۔ لیکن ساتھ ہی بعض مضامینِ قرآنی کو تفسیری حوالے سے بہت مرکوز رکھا جائے جو بیان کردہ مقصد میں کام آئیں۔ لہٰذا انہوں نے تتبع اور استقراء کے بعد چودہ مضامین کو اپنی تفسیر میں خصوصی اہمیت دی۔ اس بحث میں مفسرِ تفسیر ہٰذا کی اسی خصوصیت اور تفسیر کے اسی پہلو کو امثلہ کے ساتھ پیش کیا گیا۔

References

[1]Syed Amī ʿAlī, *Mawāḥib al-Raḥmān* (Lucknow: Novel Kishore Press,1945), 28: 118, 179.

[2] Amī ʿAlī, Muqaddama al-Tafsīr, 72-76.

[3]Amī ʿAlī, Muqaddama al-Tafsīr, 73.

[4] Qaaf 50:6.

[5] Alhadid 57:11.

[6] Amī ʿAlī, Muqaddama al-Tafsīr,74.

[7] Yonus 10:100.

[8] Yonus 10:100.

[9] Hā Mīm Sajdah 41:53.

[10] Yonus 10:100

[11] Amī ʿAlī, Muqaddama al-Tafsīr,74-75.

[12]Amī ʿAlī, *Mawāḥib al-Raḥmān,*5:125 .

[13] Ibrāhīm 14:28.

[14] Amī ʿAlī, *Mawāḥib al-Raḥmān*, 7: 260.

[15] Amī ʿAlī, Muqaddama al-Tafsīr, 28:118,179.

[16] Almāʾidah 5:6.

[17] Ibn kasīr,Tafseer Ul-Quran al-Azīm.
[18] Amīʿ Alī, *Mawāḥib al-Raḥmān*, 6:57,58.
[19] Al-Hajj 22:29.
[20] Al-Nisa 4:43.
[21]Hajar Al-Asqalān, Sabweeh Al-Nahvee Umar Ibn Usmān,1: 382.
[22] Amīʿ Alī, *Mawāḥib al-Raḥmān*, 6: 58.
[23] Amīʿ Alī, *Mawāḥib al-Raḥmān*, 6: 58.
[24]Fakhr al-Dīn al-Rāzī, *Al-Tafsīr al-Kabīr* (Beirūt: Dār al- Fikr,1981), 4:43.
[25] Amīʿ Alī, *Mawāḥib al-Raḥmān*, 1:77,78,79.
[26] Amīʿ Alī, *Mawāḥib al-Raḥmān*, 1:77,78,79.
[27]Al-Husain Ibn Masood Al Baghvi, Mʿālim al-Tanzīl (Dar al-Tayyabah,1989)
[28] Amīʿ Alī, *Mawāḥib al-Raḥmān*,3:79.
[29] Al Hashr 59:2.
[30] Amīʿ Alī, *Mawāḥib al-Raḥmān*,18:187-189.